مسلم پرسنل لا کے سلسلے میں شبہات و اعتراضات

(حبیب ریحان ندوی، لکچرار اسلامک انسٹی ٹیوٹ، البیضاء- لیبیا)

اسلامی نظامِ زندگی اور قانون کا خاتمہ سامراجی سازشوں سے تمام اسلامی ممالک میں سامراجی اور تبشیری (عیسائی مشنری) حکومتوں کے زیرِ سایہ ہوا تھا، اور سب سے پہلے جس اسلامی سوسائٹی میں اسلامی قانونِ حدود و تعزیرات کو ختم کیا گیا تھا بدقسمتی سے وہ سرزمین ہندوستان تھی، "انگریزی حکومت کے قیام کے بعد بھی یعنی ۱۷۹۱ء تک ہندوستان میں قانونِ شریعت لاگو تھا- مثال کے طور پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا- لیکن اس کے بعد انگریزوں نے رفتہ رفتہ اور وقتاً فوقتاً وضعی قوانین نافذ کرنے شروع کیے اور انیسویں صدی کے وسط تک قانونِ شریعت ختم کر دیا گیا- سامراجی حکومت کے زیرِ اثر مصر میں بھی ۱۸۸۳ء میں قانونی نظام فرانسیسی قانون کے مطابق ڈھالا گیا- بیسویں صدی میں البانیا اور ٹرکی نے پوری جرأت اور مسلمانوں کے ضمیر و خواہشات کی پروا کیے بغیر یہ اعلان کر دیا کہ وہ دونوں لادینی حکومتیں ہیں اور سارے قوانین حتیٰ کہ پرسنل لا تک اٹلی، سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے قوانین کے ماتحت بنا دیے[1]"

یہاں اس حقیقت کا اظہار و اعتراف کرنا ضروری ہے کہ اسلامی ممالک میں سامراجی حکمرانوں، یعنی انگریزوں، فرانسیسیوں اور اطالویوں کے طویل دورِ حکومت میں کبھی بھی مسلمانوں کے احوالِ شخصیہ سے تعرض نہیں کیا گیا- یعنی شریعت کے وہ اوامر جو اجتماعی زندگی میں شادی بیاہ، طلاق اور میراث وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور جنہیں پرسنل لا کہا جاتا ہے، ان میں تبدیلی کی کوشش نہیں کی گئی، کیونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت تھی جس کے سمجھنے کے لیے کسی زبردست عقلی ریاضت کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ قوانین وہ ہیں جن کا تعلق سوسائٹی کے ان سب افراد سے براہِ راست ہے جو کسی مذہب کے پیرو ہیں اور اس کا اثر حرام و حلال کی حدود کو چھوتا ہے-

کیا یہ افسوس اور حرماں نصیبی کی آخری علامت نہیں ہے کہ غیر ملکی، سامراجی اور غیر مسلم حکومتیں تو علی الاعلان اسلامی

---

[1] مولانا مودودی کی عربی کتاب "نظریۃ الاسلام و ہدیہ" کے حاشیہ صفحہ ۱۲۸ - ۱۲۹ سے ماخوذ باختصار- یہ کتاب قانون اسلامی سے متعلق مولانا کے چند مقالات پر مشتمل ہے- عربی ترجمہ "دار الفکر" بیروت و دمشق نے چھاپا ہے-

عائلی قوانین میں کسی بھی تبدیلی کا آغاز نہ کریں بلکہ بعض محکوم مسلمان ملکوں میں خود شرعی عدالتوں کے ذریعہ سے اسلامی عائلی قانون کو اپنی زیرِ نگرانی نافذ کرائیں، مگر وطنی اسلامی حکومتوں میں مسلمان خُدا کے بنائے ہوئے اس عظیم قانون میں تبدیلی اور تغیر کے نت نئے مطالبے کریں؟ اور بعض اوقات انتہائی جراٗت مندی اور بے حیائی کے ساتھ اسے منسوخ کردیں یا اس کے احکام کو بدل ڈالیں؟ اس موضوع کی تفصیل اس مقالے میں کرنی مقصود نہیں ہے، لیکن صرف اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے قانونِ الٰہی کے جو ماخذ ہیں صرف اُنہی کی روشنی میں اسلامی قوانین بنائے جاسکتے ہیں، اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اگر اختیار کیا جائے تو وہ عقلی، فطری اور شرعی تینوں قباحتوں کا حامل ہوگا، اور صحیح نہ ہوگا بلکہ عقل، فطرت اور شریعت پر ظلم عظیم کے مرادف بھی ہوگا، کیونکہ وہ فسق و ظلم و کفر کے ثالوث کا آئینہ دار ہوگا۔

اس موقع پر بعض نادان اور بہت سے دانا حضرات دو سوال اٹھاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ جب اسلام کا قانونِ فوجداری اور دوسرے قوانین نافذ نہیں ہیں تو پھر پرسنل لا کے نفاذ پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے؟ دوسرا یہ کہ دیکھیے فلاں اسلامی ملک میں فلاں اسلامی قانون بدل دیا گیا ہے یا اس کے بدلنے کی کوششیں جاری ہیں، اسی طرح ہم بھی اسلامی قوانین کو بدلنے کے کیوں مجاز نہیں ہیں؟

دانا حضرات کے لیے تو ان دونوں سوالات کے جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اتنے بدیہی اور واضح ہیں کہ اس قسم کے معترضین ان کا جواب خود اچھی طرح جانتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ نادان عوام کو اس طرح گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے ان کا مختصر جواب ہم بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ:

۱۔ کیا اسلامی شریعت اور مکمل قوانین میں تبدیلی اسلامی عہدِ حکومت میں ہوئی تھی؟

۲۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر کب، کیسے اور کن حالات کے ماتحت ہوئی تھی؟

۳۔ اگر سامراجی دَور میں غیر ملکی اور غیر مسلم حکام نے یا ان کے حکم اور اشارے پر ملکی حکام نے یہ جسارت کی تھی اور حُریت و انصاف اور شریعت الٰہیہ کا گلا گھونٹا تھا تو کیا ان کا یہ غیر آئینی، غیر فطری اور غیر اسلامی طریقہ کار ہمارے لیے نمونہ اور حجت بن سکتا ہے؟

۴۔ سامراجی طاقتیں جب اسلامی ممالک میں اپنا جسمانی اقتدار لے کر آئی تھیں تو ان کی مخالفت مسلمانوں نے اسلامی جذبہ کے ماتحت کی تھی، اور بہر حال جو بھی سیاسی حالات ہوں، آخر کار جب سامراجی حکومتیں فنا ہوگئیں اور اپنے جسمانی اقتدار کا پشتارہ اسلامی ممالک سے لے کر اپنے وطنوں کو واپس لوٹ گئیں تو عوام نے اطمینان کا سانس لیا تھا اور کہا تھا کہ اب ہم آزاد ہیں اور سامراج کے غلام نہیں ہیں۔

۵- کیا یہ مسرت اور سامراج کی غلامی سے آزاد ہونے کی بشارت صرف اس لیے تھی کہ ظاہری طور پر سامراج ہمارے درمیان سے چلا جائے لیکن اس کا تہذیبی ورثہ، اس کے بنائے ہوئے قوانین کو ہم حجت اور نظیر کے طور پر پیش کریں؟ کیا یہ عقل سلیم کے ساتھ مذاق اور فطرت سلیمہ کے ساتھ مضحکہ نہیں ہے؟

۶- اگر سامراج کے بنائے ہوئے قوانین صحیح تھے تو پھر آزاد ملکوں کے وہ افراد جو آزادی کے بعد صدارت اور وزارت کے عہدوں پر براجمان ہوئے ہیں اور وطنی ہیرو اور قومی رہنما تسلیم کیے گئے ہیں ان کے لیے سامراجی حکومتوں اور قوانین نے جیل کی سزائیں تجویز کی تھیں، اور وطن کے غدار، حکومت کے دشمن، ملک کے باغی، فسادی اور اس قسم کی تمام تہمتیں ان کے حق میں روا رکھی تھیں۔

۷- سامراج کی بنائی ہوئی ریاستیں جب ختم ہو سکتی ہیں، سامراج کی بخشی ہوئی جاگیریں جب ضبط ہو سکتی ہیں، سامراج کے عطا کردہ القاب جب مٹائے جا سکتے ہیں، سامراج کی بنائی ہوئی سڑکوں پر سے سامراجی زبان میں لکھے ہوئے نام اور تختیاں جب کھرچی جا سکتی ہیں، سامراجی نمائندوں کے مجسمے پارکوں میں سے جب اتارے جا سکتے ہیں تو پھر آخر سامراج کا بخشا ہوا ملحدانہ اور لادینی نظام تعلیم و تربیت کسی تغیر کا محتاج کیوں نہیں ہے؟ اور سامراج کے بنائے ہوئے غیر صالح، غیر معقول اور غیر اسلامی قوانین ختم کرنے میں آخر کونسی عقلی و شرعی قباحت مانع ہے؟ اور اس کے بدلے صالح اور بین الاقوامی انسانی اور اسلامی قوانین اپنانے میں کونسا عقلی و شرعی عذر مسلم قوموں کے پاس اب موجود رہ گیا ہے؟ اور کیوں اسلامی ممالک میں مسلم علماء اور مسلم عوام کو یہ حق عطا نہیں کیا جاتا کہ وہ قانون مغربی کی جگہ کتاب و سنت یعنی شریعت اسلامیہ کے قانون کو رائج کریں جس کی پیروی، نگہبانی اور حفاظت ان پر فرض کی گئی ہے؟ اور کیوں نہ شریعت اسلامیہ کے خلاف بنائے گئے کسی بھی قانون کو عدالت میں چیلنج کرنے کا اختیار ہر مسلمان شخص کو دیا جائے، جس طرح اس کو اپنے دوسرے مالی و جانی حقوق کی حفاظت کے لیے یہ حق ملا ہوا ہے؟ مسلمان کے نزدیک اسلامی قانون اور شریعت کے احکام کی حفاظت اپنی جان، مال اور آبرو سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ یہ حکم شریعت نے اسے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" والی ساری قرآنی نصوص میں دیا ہے۔ رسول پاک ؐ نے "من رأی منکم منکراً" والی حدیث میں ان پر یہ بات واجب کی ہے۔ اور خلفائے اسلام کی زرین تاریخ میں ہمیشہ ہر عامی شخص کو بھی یہ حق حاصل رہا ہے بلکہ ایک بڑھی عورت تک کو اس بات کی مکمل آزادی اور ضمانت اور حق دیا گیا تھا کہ وہ کسی بھی قانون کی شرعی حیثیت سے متعلق استفسار کرے، بلکہ بھری محفل میں خلیفہ کے آرڈیننس کو چیلنج کرنے کی مجاز ہو، اور نص قرآنی سے اس کے استدلال اور شرعی پوزیشن واضح ہو جانے کے بعد خلیفہ وقت فوراً اس حکم کو واپس لے لے اور اپنی غلطی کا اعتراف بھی کرے، اور اس طرح قیامت تک

آنے والی نئی نسلوں کو اسلامی قانون سازی کے اصول سکھا دے۔

۸۔ عجب طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ سامراج کے بنائے ہوئے سارے پلانوں میں تبدیلی تو روشن خیالی، قوم کی ضرورت، ملک کی ترقی اور وطنیت کا کمال سمجھا جائے، لیکن اسلامی قوانین میں سامراج نے جو تبدیلیاں کی تھیں ان کو بدلنے اور کالعدم کرنے کے بجائے ان کو سراہا جائے اور نظیر و حجت کے طور پر پیش کیا جائے۔

۹۔ بلکہ اس سے بھی عجیب تر ایک قدم آگے بڑھا کر پرسنل لا سے متعلق ان آئینی تبدیلیوں اور قانونی تغیرات کی کوششوں میں لگ جاتا ہے جن میں ترمیم کی جرأت سامراج تک کو نہیں ہوئی تھی۔

۱۰۔ سامراج کے رختِ سفر باندھنے کا تو تقاضا یہ تھا کہ اب اسلامی ممالک جلد از جلد قوانینِ الٰہیہ کو دوبارہ پوری آب و تاب کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں داخل کریں اور شریعت کے کلی اوامر و احکام پر اسلامی حکومتوں کی بنیاد ڈالیں، انحراف کی پالیسی کو ترک کریں اور زبان و دل سے قانونِ الٰہی کی سربلندی کی کوششوں میں لگ جائیں۔ لیکن یہاں گاڑی اُلٹی اسی رُخ پر جا رہی ہے جس پر وہ سامراج کے دَور میں چل رہی تھی، بلکہ اس سے بھی آگے چلانے کی کوشش ہو رہی ہے

۱۱۔ مسلمان اسے کہتے ہیں جو اسلام کو آخری، دائمی اور مکمل دین سمجھتا ہو، اور اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ پورے قانونِ اسلامی اور شریعتِ الٰہیہ پر ایمان رکھتا ہو، اور اس کے مکمل نفاذ کی کوششوں میں لگا ہوا ہو۔ جس شخص کے کلمۂ طیبہ کا تقاضا ہی یہ ہو کہ خدا کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ کوئی مالک، نہ کوئی رب ہے اور نہ کوئی آقا، اور انسان کے جسم و جان پر خالق و مالک و رب کے بنائے ہوئے قانون کے سوا کوئی دوسرا قانون نافذ ہی نہ ہونا چاہیے، اس شخص کا مقصدِ حیات ہی یہ ہوتا ہے کہ تمام جھوٹی خدائیوں اور طاغوتی فرماں روائیوں کے خلاف وہ علَم بغاوت بلند کرے اور قانونِ خداوندی کے سوا کسی دوسرے قانون پر راضی نہ ہو۔ کسی ایسے بامقصد فرد یا جماعت یا پوری اسلامی سوسائٹی سے یہ کہنا کہ چونکہ انگریزوں نے اسلامی کرمنل لا ختم کر دیا تھا اس لیے اب ہم اسلامی پرسنل لا بھی ختم کرنا چاہتے ہیں، دماغی کمزوری اور عقلی خلل کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ بات تو دراصل دلیل اس بات کی ہے کہ نہ صرف پرسنل لا کو باقی رکھا جائے بلکہ سامراجیوں نے جن جن شرعی قوانین کو منسوخ کیا تھا یا ان میں تبدیلیاں کی تھیں اسلامی ممالک میں انہیں فوراً اور بلا تاخیر نافذ کیا جائے، تاکہ سامراج کی قانونی و فکری بالادستی کا بھی اسی طرح خاتمہ ہو جس طرح سیاسی بالادستی کا خاتمہ ہوا۔

۱۲۔ مسلمان صرف سامراج کے بنائے ہوئے قوانین کا مخالف نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر طاغوتی نظام، ابلیسی قانون اور غیر اللہ کے طریقِ زندگی کا مخالف ہوتا ہے، چاہے اس کے کرنے والے اپنے ملک کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ مسلمان کا مقام دُنیا میں حق کے گواہ کا مقام ہے۔ قومیت و وطنیت کے تنگ نائے میں پڑ کر حق و انصاف سے ہاتھ نہیں دھو بیٹھنا۔